مواعظِ اختر نمبر ۶۹

تصوف و سلوک میں راہِ اعتدال



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

اصلاحی مجالس

حضرت اقدس شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجازِ بیعت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہفتہ وار بیانات کی ترتیب

- جمعرات (مرکزی بیان) مغرب تا عشاء
- جمعۃ المبارک کا بیان دوپہر 12:45 تا 1:45
- اتوار مجلس صبح 11 بجے

روزانہ مجالس کی ترتیب ● بعد فجر ● بعد عشاء

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں مفت حاصل کرنے کے لئے **0334-3217128** پر اپنا مکمل پتا میسج کریں۔

جامع مسجد اختر، C-96 گلستانِ جوہر بلاک 12

نزد سندھ بلوچ سوسائٹی، گیٹ نمبر 2 کراچی۔

پی او بکس: 18778 پوسٹ کوڈ: 75290 فون: **021-34030643-44**

خواتین کے لئے پردے سے بیان سننے کا انتظام **B-38** سندھ بلوچ سوسائٹی

اصلاحی مکاتبت اور مجالس کے لئے

ای میل: AskHazratSheikh@gmail.com ویب سائٹ: TrueTasawwuf.org

تمام بیانات ویب سائٹ پر LIVE سنے جاسکتے ہیں

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ امیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: تصوف و سلوک میں راہِ اعتدال

نامِ واعظ: محبی و محبوبی مرشدی و مولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجدد دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۸۸ء، بعد فجر

مقام: مسجد اشرف، گلشن اقبال، کراچی

موضوع: ذکر اللہ، دل کا آرام، عافیت کے معنی، ملفوظات

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

ملفوظات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوف وسلوک میں راہِ اعتدال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

قاعدہ کلیہ ہے کہ قدرت ہمیشہ ضدین سے متعلق ہوتی ہے، یعنی جو کام کر سکے اس کو نہ بھی کر سکے تو اس کو قدرت کہتے ہیں جیسے ایک شخص اپنا ہاتھ ہلا رہا ہے اور جب چاہتا ہے تو روک دیتا ہے، لیکن ایک شخص کا ہاتھ ہر وقت ہلتا رہتا ہے، کانپتا رہتا ہے اور اس کو اپنے ہاتھ کی اس حرکت کو روکنے کی قدرت نہیں ہے تو یہ مرض ہے اور اس مرض کا نام رعشہ ہے۔ ایسے ہی بعض آدمیوں کی گردن بھی ہر وقت ہلتی رہتی ہے۔

اتنا ذکر کرنا جس سے دماغی توازن قائم نہ رہے جائز نہیں

اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ لاہور میں ایک صاحب آئے، وہ بھی گردن کو مستقل دائیں بائیں حرکت دے رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر ہر وقت گردن ہلاتے رہو گے تو ساری رگیں بیکار ہو جائیں گی اور تم پاگل ہو جاؤ گے، تو وہ کہنے لگے کہ مجھے تو اسے روکنے کی طاقت ہی نہیں ہے کیونکہ میں نے اتنا زیادہ گردن ہلا ہلا کر ذکر کیا ہے کہ اب گردن سیدھی رکھنے کی قوت نہیں رہی، اب چاہے کچھ بھی ہو یہ ہر وقت ہلتی ہی رہتی ہے۔ میں نے کہا کہ اتنا ذکر کرنا کیسے جائز ہو گا کہ گردن، مشین کی طرح حرکت میں آجائے کہ پھر رکے ہی نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے ہی لوگوں کا دماغ گرم ہو جاتا ہے اور اخلاق میں اعتدال نہیں رہتا۔

اتنا ذکر کرنا جائز نہیں ہے جس سے اخلاق میں اعتدال نہ رہے، مزاج میں

گرمی آجائے، دماغ میں خشکی پیدا ہوجائے، ہر وقت دوسرے سے لڑائی کرے، ایسے ذکر سے بہتر ہے کہ پڑا سوتا رہے مگر کسی کو اذیت نہ پہنچائے۔ایسے شخص کے ذکر کو آپ زیادہ سے زیادہ مستحب ثابت کر سکتے ہیں لیکن کسی کو اذیت پہنچانا تو حرام ہے۔اسی لئے شیخ کے مشورہ کی ضرورت پڑتی ہے، وہ اپنے مرید کی حالت دیکھتا رہتا ہے جیسے ڈرائیور ہر وقت گاڑی کا خیال رکھتا ہے کہ اب انجن میں پانی ختم ہوگیا اور بتی سرخ ہوگئی تو فوراً گاڑی روک کر پانی ڈالتا ہے، پٹرول ختم ہوتا ہے تو سوئی فوراً بتا دیتی ہے، گاڑی کی رفتار ایک سو بیس میل سے آگے بڑھی تو فوراً خطرہ کی گھنٹی بج جاتی ہے۔

ذکر میں روشنی نظر آنا

تو جب شیخ دیکھتا ہے کہ مرید کے حالات میں کچھ گڑبڑ ہورہی ہے، ہر ایک سے لڑائی لڑرہا ہے تو فوراً اس کا علاج کرتا ہے۔ ایک صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے ذکر میں روشنی نظر آتی ہے اور حضرت کو پتہ چل گیا تھا کہ ان کے اخلاق میں گڑبڑ آرہی ہے، ہر ایک سے لڑرہے ہیں تو جب انہوں نے لکھا کہ مجھے ذکر میں روشنی نظر آرہی ہے تو حضرت نے لکھا کہ یہ روشنی دماغ میں خشکی کی وجہ سے ہے لہٰذا سر میں بادام کے تیل کی مالش کیجئے اور صبح شبنم پڑی ہوئی گھاس پر ٹہلئے اور دوست احباب میں ہنسئے بولئے، تنہائی میں نہ بیٹھئے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ اب خلافت آنے والی ہے، ان کو امید ہوگئی کہ اب حضرت لکھ دیں گے کہ آپ خدا تک پہنچ گئے، روشنی نظر آگئی اب اور کیا چاہیے۔اسلام میں روشنی وغیرہ نظر آنا کوئی چیز نہیں ہے، بس دل میں روشنی ہو۔ جج اکبرالہ آبادی کے زمانہ میں جب لوگ سائنسی آلات کے ذریعہ چاند پر پہنچنے کی کوشش کررہے تھے مگر ابھی پہنچے نہیں تھے تو اکبرؔ نے پہلے ہی یہ شعر کہہ دیا ؎

تسخیرِ مہر و ماہ مبارک تجھے مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

یعنی تم چاند اور سورج کو مسخر کرلو، راکٹوں سے چاند پر پہنچ جاؤ لیکن اگر دل میں کلمہ کا نور نہیں تو جہنم ہی میں جاؤ گے اور دل میں روشنی کہاں سے آئے گی؟ دل میں روشنی تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے آئے گی۔ اکبرؔ الہ آبادی مرحوم بڑے اچھے شعر کہتے تھے، تہجد گذار تھے، بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے۔ ایک دفعہ ایک سائنسدان نے ان سے کہا کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کے وجود میں کچھ شک ہے۔ نعوذ باللہ۔ تو اکبرؔ صاحب نے ایسا جواب دیا کہ دماغ درست کردیا۔ فرمایا کہ آپ کو اپنے بندہ ہونے میں بھی کچھ شک ہے؟ اگر خدا کے وجود میں آپ کو شک ہے تو آپ کو اپنی بندگی میں بھی کچھ شک ہے؟ آپ بندہ ہیں یا خدا ہیں؟ تب دماغ ٹھکانے لگا اور اکبرؔ صاحب کا منہ دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے تو ایک ہی جملہ میں چت کردیا۔ تو جب ہم یقیناً بندے ہیں تو لامحالہ ہمارا کوئی خواجہ، مالک اور خدا ہوگا۔ یہ شعر بھی انہیں کا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دوستو! انہوں نے جج ہوکر، گریجویٹ ہوکر وہ شعر پیش کردیا کہ آج زبانِ علماء سے نشر ہورہا ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وعظوں میں جگہ جگہ یہ شعر ہے۔ واہ رے اکبر واہ! اگر کوئی مُلّا یہ شعر کہتا تو مسٹر لوگ کہتے کہ یہ اپنے حسنِ نظر کی تعریف کررہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک گریجویٹ، انگریزی داں سے یہ شعر کہلوایا تا کہ مسٹروں کو اپنی ''ٹر''، ''مِس'' کرانے میں آسانی ہوجائے۔

اللہ والوں کو اور ان کے صحبت یافتہ لوگوں کو عقل و فہم میں ایک نور عطا ہوتا ہے۔ جیسے ایک صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ

حضرت جب میں حسینوں سے نظر ہٹاتا ہوں تو مجھے بڑی پریشانی، بہت تکلیف ہوتی ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ نظر بچانے سے جو پریشانی ہوتی ہے، وہ کتنی دیر کی ہوتی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ دو تین گھنٹہ دل پریشان رہتا ہے کہ ہائے! نہ جانے کیسی صورت رہی ہوگی؟ اس کے بعد یاد بھی نہیں آتی۔ پھر فرمایا کہ جب نظر بھر کر دیکھ لیتے ہو، بدنگاہی کر لیتے ہو تب کتنی پریشانی ہوتی ہے اور کتنی دیر تک دل تڑپتا ہے؟ تو کہنے لگے کہ پھر تو اس کی یاد میں تین دن تک تڑپتا رہتا ہوں، اس کی سب نوک پلک یاد آتی رہتی ہے۔ ایک شاعر نے ایسی ہی ایک شکل دیکھی، اس حسین نے آنکھوں سے ذرا سا اشارہ کر دیا تو اس پر کیا شعر کہا ؎

وہ دے کر ابرو و مژگاں کو جنبش
ڈراتے ہیں مجھے تیغ و تبر سے

تو حضرت نے فرمایا کہ اگر نظر کی حفاظت کر لو تو قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی مٹھاس پیدا ہو جائے گی اور اگر تم نے اللہ کی نافرمانی کی، بدنظری کر لی تو تین دن تین رات تڑپتے رہو گے، چاہے توبہ بھی کر لو مگر اس حسین کا خیال نہیں جائے گا۔ تعزیت بھی اسی لئے تین دن تک مسنون ہے، کسی کے ہاں غمی ہو جائے تو تین دن تک تسلی دینا سنت ہے۔ معلوم ہوا کہ غم کے جھٹکے اور صدمات کا اثر تین دن تین رات رہتا ہے۔

بدنظری کے نقصانات

اس بدنظری کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ معاشرہ میں آگ لگی ہوئی ہے، گھر گھر میں آگ لگی ہوئی ہے، کسی گھر میں چین نہیں ہے۔ مجھ سے پوچھو اور جو دوست دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ان سے پوچھو، عورتوں کے ٹیلیفون آرہے ہیں کہ شوہر ہمیں پھوٹی نظر سے بھی نہیں دیکھتا، بات بات پر غصہ کرتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ بدنگاہی کا عذاب ہے۔ جب سڑکوں پر

لپ اسٹک اور میک اپ وغیرہ لگی عورتوں کو دیکھ کر اور دماغ پاگل کر کے گھر آتے ہیں تو گھر والی ان کو بھنگن معلوم ہوتی ہے، باہر کی نقلی بریانی دیکھ کر جب آتے ہیں، اشتہاری بورڈ پر عریاں اور نیم عریاں عورتوں کو دیکھتے ہیں جو اصلی بھی نہیں، فوٹو ہوتی ہے، تو گھر میں موجود حلال نعمت گوشت روٹی ہو یا چٹنی روٹی ہو، وہ پسند نہیں آتی۔

ارے بھئی! حرام کی بریانی سے بہتر حلال کی چٹنی روٹی ہے جبکہ حدیث شریف کا وعدہ بھی ہے کہ جنت میں یہ ہماری خواتین، مسلمان بیبیاں حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔

((نِسَآءُ الدُّنْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ كَفَضْلِ الظِّهَارَةِ عَلَى الْبِطَانَةِ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ وَبِمَ ذَاكَ؟ قَالَ: بِصَلَاتِهِنَّ وَ صِيَامِهِنَّ وَ عِبَادَتِهِنَّ أَلْبَسَ اللهُ وُجُوْهَهُنَّ النُّوْرَ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۲۷ ص ۱۷۹)

جس کو یہ روایت دیکھنی ہو میرے پاس علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تفسیر روح المعانی موجود ہے، انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ جنت میں مسلمان عورتیں زیادہ حسین ہوں گی یا حورانِ جنت؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان بیبیوں کا حسن حوروں سے زیادہ بڑھا دیا جائے گا کیونکہ جنت میں یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ بیوی میں مشغول ہو کر اللہ کو بھول جائیں۔ جنت میں اللہ کو بھولنا محال اور ناممکن ہے۔ لیکن دنیا میں چونکہ یہ احتمال ہے کہ دنیا کے فانی حسینوں کو دیکھ کر انہیں حسن دینے والے اور تمہیں آنکھوں میں بینائی دینے والے اللہ کو نہ بھول جائیں۔ اسی لئے شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ دیکھو، اپنی آنکھوں کو ان حسینوں سے بند کر لو۔

ایں دیدۂ شوخ می برد دل بہ کمند
خواہی کہ بہ کس دل ندہی دیدہ ببند

یہ تیری بدنگاہی تیرے دل کو مثل شکار کے اچک لے جائے گی، اگر تو چاہتا ہے کہ اپنا دل کسی کو نہ دے، دل کو بچا کے رکھنے کا نسخہ یہ ہے کہ آنکھوں کو حسینوں سے بند کر لے۔

دل کا آرام

اور فرماتے ہیں کہ ؎

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

دل کا آرام اسی میں ہے کہ اس کو باندھ کے رکھو، سارے عالم سے آنکھ کو بند کرلو۔ لہٰذا کچھ بھی ہو، ہمیں دنیا بھر کی ان عورتوں سے کچھ مطلب نہیں ہے، جو ہمارے اللہ نے ہم کو حلال کی دی ہے بس وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور اگر کسی کے پاس بیوی بھی نہیں ہے، شادی ہی نہیں ہوئی یا ہوئی لیکن انتقال ہو گیا تو وہ میرا یہ شعر پڑھ لیا کرے ؎

جب نہیں دی مجھے حلال کی مے
کیوں پیوں چھپ کے میں حرام کی مے

یہ میرا ہی شعر ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حلال کی شراب یعنی بیوی نہیں دی تو چھپ چھپ کے حرام دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ دنیا چند دن کا مسافر خانہ ہے، دنیا میں اللہ جس حالت میں رکھے اس کی مرضی پر راضی ہو جاؤ تو ان شاء اللہ تعالیٰ، بے کیفی میں بھی اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو مکیف رکھیں گے، مکیف معنی ایئر کنڈیشن کمرہ ہے۔ عرب میں جب آپ جائیں گے اور پوچھیں گے ہمیں کمرہ چاہیے تو وہ کہیں گے کہ ہمارا کمرہ جو ہے وہ اَلْحُجْرَۃُ الْمُکَیَّفَۃُ کمرہ ایئر کنڈیشنڈ ہے، اس لئے کرایہ زیادہ دینا پڑے گا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جو ان کی رضا پر ہر حال میں راضی رہتے ہیں تو اللہ بے کیفی میں بھی ان کے دل کو کیف اور سکون سے رکھتے ہیں۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے

یعنی جو راستہ ہم اپنے لیے خود تجویز کریں وہ ثقیل یعنی مشکل راستہ ہے لہٰذا اپنی تجویز چھوڑ و اور اپنے مالک کی مرضی پر راضی رہو۔

حیاتِ بندگی

بس ہمارے کرنے کے صرف تین کام ہیں، تدبیر، دعا اور آخر میں رضا بالقضاء کہ اللہ کا جو فیصلہ ہو اس پر راضی رہو بس پھر ان شاء اللہ تعالیٰ یہ زندگی جنتی زندگی ہوگی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کسی پریشانی میں مبتلا دیکھو تو سمجھ لو کہ اس نے بندگی نہیں خدائی اختیار کر رکھی ہے یعنی اس کے قلب میں کوئی نہ کوئی تجویز ہوگی کہ ہم اس طرح جئیں گے، اس طرح رہیں گے، ہمارا مکان یوں ہونا چاہیے، ہماری بیوی ایسی ہونی چاہیے، غرض اپنے لیے خود ہی بہت سی تجویزات سوچ رکھی ہیں۔ اور فرمایا کہ جس کو دیکھو کہ چین سے ہے تو سمجھ لو کہ یقیناً اس کے قلب میں تسلیم و رضا ہوگی، وہ اللہ کی ذات پر راضی ہوگا کہ اللہ جس حالت میں چاہے رکھے۔ تو راحت و آرام کی روح تسلیم و رضا ہے اور پریشانیوں کی جڑ تجویز ہے، بندہ ہو کر خدائی کو ہاتھ میں لینا نادانی ہے، دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ شامی کباب دیجئے اور بریانی کھلائیے لیکن اگر اللہ تعالیٰ چٹنی روٹی بھیج دے تو اس پر بھی خوش رہو، دعا تو مانگو بادشاہت کی اور راضی رہو فقیری پر، مانگو تو بریانی اور شامی کباب لیکن راضی رہو چٹنی روٹی پر یعنی جو اللہ دے دے اس پر راضی رہو۔

اللہ والے چٹنی روٹی کھا کر بھی مست رہتے ہیں

میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اَرہر کی دال، جَو کی روٹی سے کھا رہے تھے، کباب، قیمہ، گوشت کچھ نہیں تھا اور ہر لقمہ پر فرماتے تھے کہ الحمد للہ بریانی کا مزہ آرہا ہے، پھر خود ہی فرمایا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ مجھے اس کھانے میں کیوں مزہ آرہا ہے؟ کیونکہ میں اس تصور کے ساتھ کھا رہا ہوں کہ اللہ ہی مجھے کھلا رہا ہے، یہ رزق آسمان سے آیا ہے، ان کا بھیجا ہوا ہے:

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۝﴾

(سورۃ الذاریات، آیۃ:۲۲)

تمہارا رزق آسمان سے اترا ہے، اللہ نے بھیجا ہے، سبحان اللہ! یہ محبت کی بات ہوتی ہے۔ اپنی ماں سوکھی روٹی کھلا دے اس سے بچہ تندرست رہتا ہے اور ماں مرجائے اور دوسری ماں آئے وہ اس کو سونے کا لقمہ بھی کھلائے تو وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آئے راضی ہو کر کھالو ان شاء اللہ اسی سوکھی روٹی میں چین ملے گا۔ لکھنؤ میں ایک نواب صاحب تھے وہ ہر وقت چٹ پٹی اور مرغّن غذائیں کھاتے تھے، کیونکہ نوابوں کے پاس پیسہ بھی بہت ہوتا ہے لہٰذا گرم گرم کباب، مصالحہ دار کھانا، ہر وقت منہ کا ذائقہ درست کر رہے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیٹ میں السر ہو گیا، تمام حکمائے لکھنؤ نے کہا کہ اب آپ کو ایک تولہ قیمہ چوسنا پڑے گا کیونکہ معدہ میں السر ہو گیا ہے لہٰذا ثقیل غذا سے پرہیز ضروری ہو گیا۔ وہیں انہوں نے کھڑکی سے دیکھا کہ لکھنؤ کے فٹ پاتھ پر ایک مزدور پیشہ آدمی نے دن کے بارہ ایک بجے گرمی میں دو موٹی موٹی روٹی نکالیں اور چٹنی اور لسّی سے کھا کر درخت کی چھاؤں میں لیٹتے ہی گہری نیند

سو گیا، خراٹے مارنے لگا یعنی نیند کی رسید بھی مل گئی، خراٹا جو ہوتا ہے یہ نیند کی رسید ہوتا ہے۔ تو نواب صاحب نے یہ دیکھ کر کہا کہ میں اپنی ریاست وسلطنت اس کے نام کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ مجھے اس کی نینداور اس کا معدہ مل جائے کہ میں بھی دو روٹی کھاؤں اور آرام سے سو جاؤں۔ اس لئے دوستو! اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہم کو دی ہیں اس کی ہم قدر کریں۔

ہم بھوک میں آرام سے کھا رہے ہیں اور آرام سے سو رہے ہیں، اس کا شکر ادا کرو، جس کو نیند نہیں آتی اس سے پوچھو وہ سونے کی کتنی کتنی ترکیبیں کرتے ہیں۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو اپنی نعمتوں پر شکر کی توفیق عطا کر دے اور اپنی نافرمانی میں ہمیں موت دکھا دے، خدا کی نافرمانی میں ہمیں پریشانی، صدمہ، غم اور بھیانک منظر نظر آئے، یا اللہ! تیری نافرمانی میں ہم کو موت اور پریشانی نظر آئے اور تیری فرماں برداری میں ہمیں چین اور ٹھنڈک اور سکون و اطمینان نظر آئے۔ یا اللہ! اپنی مرضی کے مطابق ہمیں جینا نصیب فرما اور اپنی مرضی کے مطابق مرنا نصیب فرما اور آپ ہم سب سے راضی ہو جایئے، اپنے غضب اور ناراضگی کو ہم سے اٹھا لیجئے، ہمارے بڑوں کو، اساتذہ کو، مشائخ کو بھی ہم سے خوش اور راضی رکھئے، اپنی رحمت سے ہماری، ہمارے دوستوں کی، گھر والوں کی اور سب مسلمانوں کی دنیا و آخرت دونوں بنا دیجئے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

ملفوظات

(یہ ملفوظات حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال میں ارشاد فرمائے۔ جامع)

حاملِ نورِ نبوت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں لیکن میں وہ بشر ہوں جس پر وحی نازل ہوتی ہے، میں صاحبِ وحی ہوں اور تمہیں وحی تو کیا نازل ہوتی بلکہ اس کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی، اگر تم جبرئیل علیہ السلام کو صرف دیکھ لو تو تمہارا ہارٹ فیل ہوجائے۔ قرآنِ پاک میں ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾

(سورۃ الکھف، آیۃ: ۱۱۰)

کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجیے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہی تو ہوں مگر مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، میں وہ بشر ہوں جو حاملِ نورِ نبوت ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس آیت سے نبی کی برابری تھوڑی لازم آتی ہے کہ جیسے تم ہو ویسے وہ ہیں کیونکہ آگے تو خود اللہ تعالیٰ نے استثناء نازل فرمادیا ہے کہ مگر مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، مجھ میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ میں صاحبِ وحی بشر ہوں اور تم اس نعمت سے محروم ہو، سرفراز نہیں ہو۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب نے اس کو ایک اور مثال سے سمجھایا۔ خوب غور سے سمجھ لیجئے کہ دیکھو! ایک مٹی کا گلاس ہے، ایک پیتل کا گلاس ہے، ایک تانبے کا گلاس ہے، ایک چاندی کا گلاس ہے اور ایک سونے کا گلاس ہے۔ مٹی کے گلاس سے شروع کرو تو مٹی کا گلاس ایک آنہ کا، شیشہ کا گلاس ایک روپے کا، تانبے اور پیتل کا گلاس دو دو روپے کے، چاندی کا گلاس سو روپے کا اور سونے کا گلاس بیس ہزار روپے کا ہے، اس کے بعد ایک گلاس جواہرات کا ہے جو دس ارب روپے کا ہے اور اس کے بعد ایک ایسا گلاس ہے جس کی قیمت پورے

عالم میں نہیں ہے۔تو گلاس تو سب کہلائیں گے لیکن کیا مٹی والا گلاس کہہ سکتا ہے کہ آپ سب بھی میرے مثل ہیں، نام تو مٹی والے گلاس کا بھی گلاس ہوگا لیکن اس کا مٹیریل ہیرے جواہرات والے گلاس کی شان اور اس کی قیمت تک نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا اس مثلیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ دونوں گلاسوں میں برابری کا دعویٰ ہو، آپ ﷺ تھے تو بشر لیکن آپ کی قیمت بھی تو دیکھو کہ سارے عالم میں ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تعالیٰ کی ذات وعظمت کے بعد اگر کسی کا درجہ ہے تو وہ سرورِ عالم ﷺ کا ہے، یہ وہ بشر ہیں جن کے روضۂ مبارک پر ساتوں آسمان ہر وقت فدا ہو رہے ہیں۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے روضۂ مبارک پر یہ شعر پڑھا تھا ؎

بحق آں کہ او جانِ جہان است

فدائے روضہ اش ہفت آسمان است

اے خدا! اس ذاتِ گرامی کے صدقہ میں جو سارے عالم کی جان ہے کہ اگر یہ نہ پیدا ہوتے تو آپ عالم نہ پیدا کرتے، جن کے روضہ پر ساتوں آسمان فدا ہو رہے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم مستجاب الدعوات ہیں

مولانا شاہ محمد احمد صاحب حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے ایک بہت ہی صاحبِ نسبت بزرگ ہیں جو ہمارے بزرگوں کے بھی منظورِ نظر ہیں۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے بھی اس وقت بڑے ہیں، حضرت نے ان کو اپنا مصلح اور مربی بنایا ہوا ہے، دارالعلوم ندوہ کے بڑے بڑے علماء کرام اور ہندوستان کے اکابر علماء بھی حضرت سے دعائیں لیتے ہیں، حضرت بڑے مستجاب الدعوات ہیں، الحمدللہ میں نے ان کو جوانی سے دیکھا ہے، مولانا کے مکان کے سامنے بہت بڑا جنگل ہے، وہ سارا جنگل نور سے بھرا ہوا ہے، جو علماء بھی وہاں جاتے ہیں وہ یہ

کہتے ہیں کہ اس جنگل میں کیا بات ہے، سب نور ہی نور نظر آرہا ہے۔ حضرت نے کبھی اس راز کو ظاہر نہیں فرمایا لیکن ضلع اعظم گڑھ میں کچھ علماء کے سامنے میں نے سوال کر دیا، میری خاطر انہوں نے بتایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے جوانی میں اس جنگل میں ستر ہزار مرتبہ اللہ اللہ کیا ہے۔ تو اللہ کے نور سے سارا جنگل منور نہیں ہوگا؟ سوچو تو اللہ کا نام کتنا بڑا ہے، ایک بزرگ کہتے تھے کہ اے اللہ! آپ کا بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنا ہم پر رحم کر دیجئے۔ دیکھئے! آپ کسی بڑے آدمی سے کہتے ہیں کہ ہم نے بہت آپ کا نام سنا ہے، آپ بڑے کریم ہیں، آپ کی مہربانی اور سخاوت کا دور دور تک شہرہ ہے، تو وہ آپ پر کتنی مہربانی کرے گا؟ تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس جنگل پر ایک شعر بھی کہا ؎

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

یعنی صحرا کی خاموشی نے مجھے کیا پیام دیا، یہ عاشقوں سے پوچھو، جن کے قلب محبت سے محروم ہیں انہیں تو سمجھانا ہی مشکل ہے۔ بقول ایک بزرگ شاعر کے ؎

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

یہ شعر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے بارہ بجے رات کو پڑھا تھا، جب کچھ لوگ گھڑی دیکھ رہے تھے اور نیند سے مجبور ہو رہے تھے، یہ آج سے تیس چالیس سال پہلے کی بات ہے، تو مجمع میں جن لوگوں نے گھڑی دیکھی اور ان کی آنکھوں میں نیند کی جھپکیاں آئیں تو حضرت نے فرمایا کہ آدھی رات کے بعد تو مجھے جوش آتا ہے، بارہ بجے رات کے بعد ہی تو مجھے علوم نصیب ہوتے ہیں، وہاں سے جب میخانہ گرم ہوا تو اب ان کو نیند آرہی ہے۔ تب مسکرا کر یہ شعر پڑھا ؎

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

اشعار سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

بخاری شریف کی روایت ہے:

((اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، کتابُ الادب، ج ۲ ص ۹۰۸)

سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض اشعار حکیمانہ ہوتے ہیں اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر قرطبی میں بحوالہ مسلم شریف لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک صحابی سے فرمائش کی کہ فلاں شاعر کا کلام حکیمانہ ہوتا ہے:

((عَنْ شَرِيْدِ بْنِ سُوَيْدِ الثَّقَفِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَيَّةَ بْنِ اَبِي الصَّلْتِ شَيْئًا .... حَتّٰى اَنْشَدْتُّ مِأَةَ بَيْتٍ))

(صحیح المسلم: (قدیمی) کتاب الشعر، ج ۲ ص ۲۳۹)

اس کا کوئی شعر یاد ہو تو سناؤ؟ انہوں نے ایک شعر سنا دیا، آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ، انہوں نے اور سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا اور سناؤ، صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہاں تک کہ میں نے حضور ﷺ کو سو اشعار سنائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو شاعروں کی مذمت فرماتے ہیں:

﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۝﴾

(سورۃ الشعرآء، آیۃ: ۲۲۴)

یعنی جتنے شاعر ہیں یہ سب گمراہ ہیں لیکن یہ لوگ اس کے بعد والی آیت پر غور نہیں کرتے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا﴾

(سورۃ الشعرآء، آیۃ: ۲۲۷)

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ تمام شاعر گمراہ ہیں سوائے ان شاعروں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور وہ اپنے اشعار میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، ارے! استثناء بھی تو ہے، یہ اعتراض کرنے والے استثناء یعنی اِلَّا الَّذِیْنَ پر نظر کیوں نہیں کرتے؟

حضور ﷺ کے شاعر نہ ہونے کا راز

حضور ﷺ کے دربارِ نبوت میں ۲۳ صحابہ کرام شاعر تھے، حضور ﷺ کو شاعری کا علم نہیں دیا گیا تھا ورنہ قرآن کا معجزہ خطرہ میں پڑ جاتا، لوگ کہتے کہ یہ قرآن بھی ادب اور شاعری کی قسم ہے، اس لئے آپ ﷺ کو یہ علم نہیں دیا گیا، مگر صحابہ کرام اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شاعرہ تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ؎

لَنَا شَمْسٌ وَّ لِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ
وَشَمْسِیْ خَیْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَآءِ

ایک عالَم کا سورج ہے اور ایک میرا سورج ہے اور میرا سورج آسمانِ عالم کے سورج سے افضل و بہتر ہے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شعر ہے کہ میرا سورج، میرا آفتاب خَیْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَآءِ آسمان کے شمس اور آفتاب سے بہتر ہے۔ سبحان اللہ! کیا محبت تھی ان حضرات کو سرورِ عالم ﷺ سے۔ اور فرماتی ہیں ؎

فَاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَ شَمْسِیْ طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَآءِ

دنیا کے آسمان کا سورج تو فجر کی نماز کے بعد طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج عشاء

کی نماز کے بعد طلوع ہوتا ہے جب میرے محبوب رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لاتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کی شانِ عاشقانہ

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا تذکرہ کررہا تھا کہ حضرت کو اپنے احباب اور اپنے پاس آنے جانے والوں سے شدید محبت ہے، اسی وجہ سے حضرت کو بھی لوگوں میں بڑی محبوبیت حاصل ہے۔ دیکھو دوستو! محبت یکطرفہ نہیں چلتی، محبت دونوں طرف سے ہونی چاہیے، محبت ون وے ٹریفک ہو ہی نہیں سکتی، جب تک دوسرا محبت نہیں کرے گا، تم کب تک اس سے محبت کروگے؟ پھر آدمی تھک جاتا ہے، لہٰذا محبت دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ حضرت کی اپنے احباب سے محبت کا اس بات سے اندازہ کیجیے کہ مولانا نے فرمایا کہ جب میرے مہمان چلے جاتے ہیں تو میں ان کی چائے کی پیالیاں اور پتیلی دیکھ کر اور جہاں وہ چائے پیتے تھے پکاتے تھے، اس جگہ کو دیکھ کر روتا ہوں کہ یہاں میرے مہمان ٹھہرے تھے، اس پیالی میں چائے پی تھی۔

اور لوگوں نے بتایا کہ حضرت مہمان کو رخصت کرنے کے لیے اپنے گھر کے دروازہ پر آدھے آدھے گھنٹے تک کھڑے رہتے ہیں، جب تک مہمان نظر آتے ہیں چپ چاپ کھڑے انہیں دیکھتے رہتے ہیں، کیونکہ ان کے گھر کے آگے جنگل ہے، جنگل میں دور دور تک چیزیں نظر آتی ہیں۔ یہاں رفاہِ عام سوسائٹی میں دبیر صاحب ہوتے ہیں، حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کے مرید ہیں، سال میں دو تین دفعہ ان کی خدمت میں ہوائی جہاز سے جاتے ہیں، حضرت بھی ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔ تو دبیر صاحب حضرت سے ملنے گئے اور پھر جب ملاقات کے بعد واپس جانے لگے تو حضرت کے اس وقت کے اشعار آپ کو

سناتا ہوں، فرمایا کہ ؎

تو ملا تو دل کو خوشی ہوئی تو گیا تو روح کو غم ہوا
تو ہزاروں کوس پہ جا بسا ترا عشق پھر بھی نہ کم ہوا
تری شانِ صدق کو کیا کہوں تجھے کیوں نہ دل سے دعائیں دوں
مری بزم سے تو گیا مگر کسی بزم میں نہ تو ضم ہوا
نہ کسی پہ تیری نظر پڑی نہ کسی کا تجھ پہ اثر ہوا
درِ غیر پر کبھی آج تک ترا سر دبیر نہ خم ہوا

اہل اللہ کی شان

مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے حالات پر میں نے ایک کتاب صدائے غیب لکھی ہے، اس میں مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ موجود ہے، قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل اللہ کی شان یہ ہے اِذَا ذُکِرُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ اور وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ ذُکِرُوْا ۔ اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ جب اللہ والوں کا ذکر ہوتا ہے تو اللہ یاد آجاتا ہے یعنی ایمان ویقین میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ کل ہی میں نے اپنے کچھ دوستوں کو مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا خط دکھایا، حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا خط، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا خط، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا خط، مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا خط، حضرت میاں اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا خط اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خط اور بھی کئی اکابر کے خطوط تھے، ان کو دیکھتے ہی ایمان تازہ ہوگیا، نام سنتے ہی نشہ سا چھا گیا۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یوں تو میں بڑا منتظم ہوں، میرے انتظام کا یہ عالم ہے کہ کسی کام کا ایک منٹ بھی اِدھر سے اُدھر نہیں ہوسکتا لیکن جب میں اپنے بزرگوں کا تذکرہ کرتا ہوں تو اس وقت کوئی انتظام نہیں رہتا، سارا

نظام معطل ہوجاتا ہے، اپنے بزرگوں کے تذکرہ سے طبیعت مست ہوجاتی ہے، جب میں اپنے بزرگوں کا تذکرہ کرتا ہوں پھر کچھ ہوش نہیں رہتا۔

جب میں نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے پاس لے جانا چاہا تو پہلے تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت پرتاب گڑھی کی خوب تعریف کی کہ حضرت! ہمارے ضلع پرتاب گڑھ میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب نام کے ایک بزرگ ہیں، دیہات میں رہتے ہیں، عجیب عالَم ہے ان کا، ان کی دعا بہت قبول ہوتی ہے اور اشعار بہت درد سے پڑھتے ہیں، سراپا محبت ہیں، جب میں نے بتایا کہ پھانسی کے ایک کیس میں ایک بے قصور شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے جا کر کہا کہ حضرت دعا کردیجئے، مجھ بے قصور کو پھانسی کی سزا ہورہی ہے تو مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ بتاؤ تم نے مولانا محمد احمد صاحب سے دعا کی درخواست کی یا نہیں؟ اس نے کہا کہ حضرت سے تو درخواست کردی ہے، فرمایا پھر بے فکر بیٹھو، دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یعنی علماء کو حضرت کے مستجاب الدعوات ہونے کا اتنا اعتقاد تھا۔ اب حضرت والا پرتاب گڑھی دامت برکاتہم اس پھانسی کے ملزم کے لئے دعا میں مشغول ہوگئے۔ حضرت کی گریہ وزاری اور اللہ سے فریاد کا منظر جس شخص نے دیکھا، اس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت اس طرح رو رو کر دعا اور فریاد کررہے تھے جیسے چھوٹا بچہ اپنے ابّا سے مانگتا ہے۔ بہت دیر تک دعا مانگنے کے بعد حضرت کھڑے ہوئے اور آستین اوپر چڑھاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھتا ہوں کون اس کو پھانسی دیتا ہے؟ ایسا ناز تھا اللہ پر۔ چند دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ہائی کورٹ میں جج نے اس کو مقدمہ سے بَری کردیا۔ سبحان اللہ۔ میرے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کے پاس جو مصیبت زدہ خط لکھتا ہے حضرت اس کو مولانا کا پتہ لکھ دیتے ہیں کہ ان سے دعا کرواؤ،

آخر بزرگوں کا حسنِ ظن بھی تو بڑی چیز ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں الٰہ آباد میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی خدمت میں تین سال رہا، تین سال تک میں روزانہ ان کی خدمت میں عصر سے رات گیارہ بجے تک بیٹھتا تھا، طبیہ کالج میں عصر کی نماز کے بعد چھٹی ہو جاتی تھی تو عصر پڑھ کر مولانا لئیق احمد صاحب کے ساتھ پہنچتا تھا، گیارہ بجے رات تک مجلس ہوتی تھی، اس میں ندوہ کے بڑے بڑے علماء بھی ہوتے تھے، حضرت کی مجلس عجیب عارفانہ اور عاشقانہ ہوتی تھی، انہیں بزرگوں کی صحبت اور دعاؤں کا صدقہ ہے جو آج میں آپ حضرات کو کچھ سنا دیتا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا نورِ نسبت

تو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے جب میں نے مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے بارے میں عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ چلو پھر ہم بھی چلیں گے، اب حضرت اعظم گڑھ سے پرتاب گڑھ آئے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب کو اتنی خوشی ہوئی کہ فوراً کار لے کر اسٹیشن پر آگئے اور کار سے میرے شیخ کو اپنے گھر لے گئے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں کچھ چائے وغیرہ کا بندوبست کرنے اندر جا رہا ہوں، مولانا شاہ محمد احمد صاحب اپنے گھر کے اندر تشریف لے گئے، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سب لوگ باہر بیٹھے ہوئے تھے، باہر چارپائی بچھی ہوئی تھیں، جس چارپائی پر حضرت بیٹھے تھے تو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اور حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کی، دونوں چارپائیوں کے درمیان جو زمین تھی اسے دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میں مولانا کے انوار کو زمین سے آسمان تک دیکھ رہا ہوں۔

ابھی حضرت باحیات ہیں لہٰذا یہی کہتا ہوں کہ لوٹ لو لوٹ لو بلکہ دعا کرو

کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب ایک دفعہ یہاں آجائیں، ہم ان کو دیکھنا بھی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ہمارے اکابر بزرگوں میں سے ہیں۔ انہیں یہاں بلانے کی کوشش کی جارہی ہے، نواب قیصر صاحب نے کہا ہے کہ اگر حضرت یہاں تشریف لائیں گے تو میں ان کے سب دوستوں کا ہوائی جہاز کا کرایہ دوں گا اور زمین پر پیر نہیں رکھنے دوں گا، ہر جگہ ان کے لئے کار مستقل رہے گی۔

ہردوئی سے قریب ایک قصبہ ہے بلگرام، وہاں حضرت شاہ محمد احمد صاحب کا بیان ہوا اور حضرت کا ایسا زبردست بیان ہوتا ہے۔ اللہ اکبر! جیسے بجلی گر رہی ہے، اتنا درد سے بیان ہوتا ہے کہ سننے والا تڑپ جاتا ہے۔ تو جب حضرت کا بلگرام میں بیان ختم ہوا تو میرے شیخ حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ آج آپ لوگوں نے مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کا وعظ سن لیا۔ کیا مطلب؟ یعنی جس نے حضرت کا وعظ سن لیا اور جس نے مولانا شاہ محمد احمد صاحب کو دیکھ لیا تو اس نے گویا مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سن لیا اور ان کی زیارت کرلی۔ حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت کا معاملہ زبردست ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

دولت عشاقِ اُو پائندہ باد
نہ فلک مر عاشقاں را بندہ باد

اللہ کے عاشقوں کی دولت ہمیشہ قائم رہے، نو آسمان اللہ کے عاشقوں کے خادم بنے رہیں؎

بوستانِ عاشقاں سر سبز باد
آفتابِ عاشقاں تابندہ باد

اللہ کے عاشقوں کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے اور اللہ کے عاشقوں کا سورج ہمیشہ چمکتا رہے۔ یہ مولانا رومی کی دعا ہے۔اب اس کتاب ''صدائے غیب'' میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا تذکرہ، ان کے ملفوظات اور حضرت کا کلام ہے۔اس میں مَیں نے ایک دوسرے بزرگ شاعر کا شعر فٹ کیا ہے ؎

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

کیا شعر ہے! فرزانہ کہتے ہیں عقلمند کو، اللہ کا راستہ عقل سے نہیں طے ہوتا، محبت سے طے ہوتا ہے ؎

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

کیا شعر ہے، سبحان اللہ! ؎

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

جس سے مناسبت ہو اس سے تعلق قائم کریں

ایک دفعہ جب میں نے خون کے گروپ کا مضمون بیان کیا کہ جس سے خون کا گروپ ملتا ہے اسی سے فائدہ ہوتا ہے جیسے ڈاکٹر خون کا گروپ ملاتا ہے، اسی طرح جس اللہ والے سے روحانی خون کا گروپ ملے، اسی سے اصلاحی تعلق قائم کرنے سے فائدہ ہوتا ہے،لوگ انٹرنیشنل شہرت پر چلے جاتے ہیں، جاہ اور شہرت دیکھنے والا شخص اللہ کا عاشق نہیں ہے، یہ تو طالبِ جاہ ہے۔لہٰذا جس

اللہ والے، سنت و شریعت کے پابند بزرگ سے فائدہ ہو، جس کے دل سے دل اور روح سے روحانیت مل جائے اس سے اللہ کے لئے تعلق قائم کرلو۔

تو ڈاکٹر عبدالسلام میرے احباب میں سے ہیں، انہوں نے کہا کہ جب آپ اس موضوع کو بیان کیا کیجئے تو اپنا ہی ایک شعر بھی پیش کر دیا کیجیے، یہ شعر انہوں نے یاد کیا ہوا ہے۔ پھر میرا ہی ایک شعر انہوں نے مجھے سنایا اور کہا کہ آپ ایسے موقع پر یہ شعر فٹ کر دیا کیجئے ؎

آنکھ سے آنکھ ملی دل سے مگر دل نہ ملا
عمر بھر ناؤ پہ بیٹھے مگر ساحل نہ ملا

یعنی اگر مناسبت نہ ہوگی تو نفع نہیں ہوگا، چاہے اس کے پیر کی کتنی ہی شہرت ہو۔ اگر محمد علی کلے بھی آجائے لیکن اس کے خون کا گروپ نہیں ملتا تو ڈاکٹر آپ کو انٹرنیشنل باکسر کا خون نہیں چڑھائے گا، آج کل لوگ شہرت دیکھتے ہیں، اگر کسی کو کسی اللہ والے کا پتا بتایا جائے کہ آپ وہاں جایا کیجئے تو فوراً پوچھتے ہیں کہ یہ بتائیں کہ ان کے کتنے مل مالکان مرید ہیں؟ کتنے فوجی افسران مرید ہیں؟ کیا شہرت ان کو حاصل ہے؟ توبہ توبہ یہ کیا ہے؟ یہ شخص طالبِ جاہ ہے یا طالبِ اللہ ہے؟ ارے طالبِ اللہ تو تھا مولانا جلال الدین رومی جو شمس الدین تبریزی کا غلام بن گیا جس کو دنیا جانتی بھی نہیں تھی، تاریخ میں ہے کہ شمس الدین تبریزی کو دنیا جانتی بھی نہیں تھی لیکن مولانا رومی نے ان کو پہچان لیا۔ اخلاص بڑی چیز ہے۔

اپنے بڑوں کی باتیں نوٹ کرنے کی عادت ڈالیں

اب حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کے ملفوظات سنئے۔ جب میں الٰہ آباد میں تھا تو حضرت والا بیان کیا کرتے تھے۔ الحمدللہ! میری بچپن سے نوٹ کرنے کی عادت تھی، بزرگوں سے کوئی بات سنی اس کو نوٹ کرلیا:

((قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابَةِ))

(مستدرك حاكم، كتاب العلم، رقم الحديث ۳۶۲)

''کہ علم کو لکھ کر قید کرو''

یہ بڑے کام کی چیز ہے، جو شخص اپنے علم میں برکت چاہے اس کو چاہیے کہ کوئی شیخ کی بات سنے، اس کو نوٹ کرلے، چاہے وہ عالم ہو یا غیر عالم ہو، جتنا نوٹ کرتے جاؤ گے وہ باتیں محفوظ ہوجائیں گی اور دھیرے دھیرے وہ شخص بھی دین کی خدمت کے قابل ہوجائے گا۔ جہاں بیٹھے گا ان شاء اللہ، بزرگوں کی کوئی بات سنادے گا، مجلس اس کے قدم چومے گی لیکن افسوس کہ اس زمانہ میں اس کا رواج ہی نہیں ہے، مجھے تو کوئی سمجھانے والا بھی نہ تھا لیکن جب میں ہدایۃ النحو پڑھ رہا تھا اس وقت بھی میرے شیخ جو بتاتے تھے میں جلدی سے نوٹ کرلیتا تھا، جیسے اگر کوئی موتی اور اشرفی بکھیر رہا ہو تو جلدی جلدی اس کو جیب میں کوئی رکھ لیتا ہے۔ یہ تو بعد میں پتہ چلا کہ قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابَةِ اگر میں یہ سب باتیں نوٹ نہ کرتا تو کیا یہاں پاکستان میں یہ کتاب تیار ہوسکتی تھی؟ یعنی ملفوظات سنے الٰہ آباد میں اور کتاب چھپی یہاں کراچی میں۔ وہ مسودہ رکھا ہوا تھا، پھر اس کو صاف کرکے قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دکھا بھی دیا اور ان سے اس پر تقریظ بھی لکھوائی، بزرگوں کا حسنِ ظن لکھ دیتا ہوں تاکہ اگر مجھ پر اعتبار نہ ہو تو کم از کم اللہ والوں کے اعتماد پر میری کتاب پڑھی جائے۔

مؤمن کی فراست

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک یہودی آیا اور خود کو ظاہر کیا کہ میں مسلمان ہوں، پھر اس کے بعد اس نے کہا حضرت! مجھ کو ایک حدیث پر اِشکال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)، ابواب تفسیر القراٰن؛ ج ۲ ص ۱۴۵)

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ اللہ اس کی عقل میں نور دیتا ہے، اس سے وہ پہچان لیتا ہے کہ کون منافق ہے، کون اچھا ہے، کون برا ہے، کون وفادار ہے، کون بے وفا ہے؟ اللہ والے پہلی ہی نظر میں پہچان لیتے ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خانقاہ میں جو شخص داخل ہوتا ہے اور میں اسے دور سے دیکھتا ہوں تو اس کا سارا مرض ایکسرے ہوجاتا ہے کہ اس میں کبر ہے، اس میں ریا ہے، اس میں بخل ہے، اس میں کیا مرض ہے؟ فرمایا چہرہ دل کے مرض کا آئینہ ہوتا ہے۔ جس کو اللہ حکیم الامت بناتا ہے تو ایسے ہی تھوڑی بنادیتا ہے، اس کی صلاحیتیں بھی اس کو دیتا ہے، جب دنیاوی حکیموں کا یہ حال ہے کہ دہلی میں ایک نابینا حکیم تھے، ایک نواب صاحب ان کے پاس گئے، انہوں نے ان کی نبض پر ہاتھ رکھا، ابھی تک کسی نے ان نابینا حکیم صاحب کو بتایا نہیں تھا کہ یہ نواب صاحب ہیں۔ اس کے بعد تین دفعہ نبض پر انگلی رکھی اور کہا کہ آپ نواب ہیں؟ پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ کہا کہ نبض میں بہت ہی قوت سے ٹھوکر لگ رہی ہے، غریب کی نبض ایسی نہیں ہوسکتی، ایسی نبض خمیرہ جواہرات کھانے والوں کی ہوتی ہے۔

تو اللہ والوں کو بھی اللہ تعالیٰ فراست دیتا ہے۔ تو جب اس یہودی نے اِشکال کیا کہ مؤمن کو کیا فراست ملتی ہے جس سے وہ پہچان لیتا ہے تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو یہودی ہے اور مجھے دھوکہ دینے آیا ہے، پھر فرمایا دیکھ میری فراست یہ ہے کہ میں نے تجھے پہچان لیا۔ تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ فراست کا درجہ کشف سے اعلیٰ ہے، مؤمن کی فراست کشف سے اعلیٰ درجہ کی ہے کیونکہ یہ ہر مؤمن کو دیا جاتا ہے

اور کشف اللہ کے اختیار میں ہے، چاہے دے یا نہ دے، کشف لوازمِ ولایت میں سے نہیں ہے یعنی ولایت کے لئے لازم نہیں ہے کہ ہر ولی کو کشف ہو۔

روح کو جسم عطا ہونے کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ خواجہ معصوم باللہ نے فرمایا کہ اللہ کے احکام کو بجالانے کے لئے اور برائیوں سے بچنے کے لئے روح کافی نہیں تھی اس لئے اللہ نے روح کو جسم عطا کیا تا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ جیسے اعمال کر سکے، خالی روح کیا کر سکتی ہے؟ اس کے تو سر ہی نہیں ہے تو کیا سجدہ کرے گی؟ اگر دنیا میں خالی روحیں آ جائیں تو کیسے طواف کریں گی؟ قیامت کے دن جسم کے ان اعضاء کو جن کے ذریعے بندہ عبادت کرتا ہے اللہ ایسا قرب عطا فرمائیں گے کہ باطن ظاہر کے قرب پر رشک کرے گا، یعنی اس جسم کو جس سے سجدہ ہو رہا ہے، ان قدموں کو جن سے طواف ہو رہے ہیں، اس پیشانی کو اور اس زبان کو جس سے ہم تلاوت کر رہے ہیں، اللہ اتنا نور دے گا کہ باطن ظاہری اعضاء کے انوار پر رشک کرے گا کیوں کہ عبادت تو انہیں سے ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! کیا بات کہی۔

ایک گھونٹ پانی کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ ایک گھونٹ پانی کے شکر کے لئے ازل سے ابد تک کی عبادت بھی کافی نہیں ہے، جب سے دنیا قائم ہے اور جب تک دنیا رہے گی اگر کوئی اتنی بھی عبادت کر لے تو ایک گھونٹ پانی کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ ہم لوگ کیا کہیں کہ ہم بڑے ہیں، ہم نے یہ کر دیا وہ کر دیا، اتنی کتابیں لکھ دیں، اتنی عبادت کر لی جبکہ ایک گھونٹ پانی کے شکر کے لئے ازل سے ابد تک کی عبادت کافی نہیں ہے۔

اللہ کا راستہ عاجزی وانکساری سے طے ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ تم میرے دروازہ پر عاجزی کی راہ سے آسکتے ہو، تکبر کی راہ سے نہیں آسکتے۔ یہ ہیں ہمارے بزرگوں کے ارشادات۔ کتنا نور ہے ان میں کہ تم میرا قرب عاجزی اور فنائیت سے حاصل کر سکتے ہو لہٰذا اپنے کو بڑا سمجھ کر اللہ کے ہاں کوئی مقام نہیں مل سکتا۔

روحانی ناشتہ

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ مسجد میں بعد نماز فجر ذکر و تلاوت اور نمازِ اشراق پڑھ کر نکلے، ان کے مہمان نے پوچھا کہ آپ اتنی دیر تک مسجد میں کیا کر رہے تھے، جس سے میری چائے اور ناشتہ میں دیر ہوگئی۔ فرمایا کہ میں مسجد میں اپنی روح کو ناشتہ کرا رہا تھا، تو اپنے پیٹ کے ناشتے کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ تو ان بزرگ کا ناشتہ کیا تھا؟ ذکر تلاوت اور اشراق اور وہ پیٹ کا بندہ تھا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت روح کا ناشتہ ہے۔

سلوک کا حاصل

ارشاد فرمایا کہ سلوک کا حاصل اپنے کو مٹا دینا ہے اور پھر حضرت نے اپنا یہ شعر پڑھا۔

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

تبلیغ کب مؤثر ہوگی؟

ارشاد فرمایا کہ پہلے مٹکے کو نل کے نیچے رکھ کر اپنا ظرف پانی سے

بھرو یعنی پہلے اپنا برتن بھرو اور جب بھر کر چھلکنے لگے تب دوسروں کو تقسیم کرو۔ سالکین کو سمجھ لینا چاہیے کہ پہلے اپنے قلب کو اللہ والوں کی ٹونٹیوں کے نیچے رکھو اور اپنے دل میں ان کا نور بھرو، جب تمہارا دل نور سے بھر کر چھلکنے لگے تو چھلکتا ہوا مال مخلوق کو دو، یہ نہیں کہ آج ایک قطرہ گرا اور آپ نے فوراً ہی دوسروں کو دینا شروع کر دیا تو مٹکا خالی ہو جائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ابھی خود بالغ نہیں ہوا اور شادی کر کے چاہتا ہے کہ میرے ذریعہ سے ایک اور انسان پیدا ہو جائے، تو اس کا کیا حال ہوگا؟ زندگی بھر نابالغ رہے گا۔ یہ بہت عجیب وغریب مثال میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ابھی ڈالی کہ اگر ایک شخص نابالغ ہے مگر جب دوسرے لوگوں کو دیکھتا ہے کہ اس کے ایک بچہ ہوا پھر دو بچے ہوئے پھر تین بچے ہوئے تو اس کو بھی جوش آ گیا کہ میرے ذریعہ بھی انسان پیدا ہو، بس اس نے کہا کہ میری بھی شادی کرا دو حالانکہ ابھی نابالغ ہے، بھئی! پہلے خود تو بالغ ہو جاؤ، جب بالغ ہوگا تب اس سے اولاد پیدا ہوگی۔ ایسے ہی جب تک روح اللہ والی نہ ہو لاکھ تبلیغ کرتے رہو، تقریر کرتے رہو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا فرمایا کہ اہل اللہ کا دل جب انوارِ الٰہیہ سے بھر کر بہنے لگتا ہے تب وہ بولتے ہیں اور جب دل میں اپنی عبادت سے نور بھرتے ہیں اس وقت خاموش رہتے ہیں، یعنی مبتدی کو اور متوسط کو سکوت اور منتہی کو نطق زیبا ہے، مبتدی اور متوسط کو خاموشی بہتر ہے کیونکہ ابھی اپنے دل کا مٹکا بھر رہا ہے اور منتہی کو نطق زیبا ہے جس کا معیار اس کا مربی اور مرشد ہے کہ اس کی اجازت اور رائے اس امر میں کافی ہے کہ شیخ کہہ دے کہ اب آپ دوسروں کو بھی دین سکھائیے۔

سچے اللہ والوں کی شان

ارشاد فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر کوڑا پھینکا گیا، تو

فرمایا الحمدللہ۔ اولیاء اللہ کے حاسد تو ہمیشہ سے ہوتے ہیں، جب اس نے دیکھا کہ ان کی اتنی عزت ہے، اتنے مرید پیچھے پیچھے چل رہے ہیں تو اوپر سے کوڑا اور راکھ پھینک دی۔ کسی نے کہا کہ یہ الحمدللہ کہنے کا کیا موقع ہے؟ یہ تو کوڑا پھینکا گیا ہے۔ فرمایا کہ جو سر آگ برسانے کے قابل تھا اس پر راکھ برسائی گئی، اس لئے یہ مقامِ شکر ہے۔ دوستو! اللہ والے اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے ہیں اس لیے فرمایا کہ جو سر آگ برسانے کے قابل تھا اس پر راکھ برسائی گئی، میں اسی کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ آپ نے سستا امتحان لیا۔

دیکھو! آپ لوگ تو اس کتاب کے کاغذ سے سن رہے ہیں، میرے کانوں نے تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے براہِ راست سنا ہے، اس لئے جس انداز سے انہوں نے بیان کیا تھا میرا اندازِ بیان اس کی نقل کر رہا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہیں آواز بھاری ہو رہی ہے، کہیں آواز کم ہو رہی ہے، یہ زیروزبر اور مدوجزر جو ہے یہ انہیں بزرگوں کا صدقہ ہے کہ انہوں نے کس انداز سے بیان کیا، یہاں پر حضرت بھی رو پڑے تھے، اس بات پر حضرت بھی رو پڑے کہ جو سر آگ برسانے کے قابل تھا اس پر صرف راکھ برسائی گئی تو یہ مقامِ شکر ہے۔ آج ہم کو کوئی کچھ کہہ دیتا ہے تو رات بھر نیند غائب ہو جاتی ہے کہ آج اس نے ہم کو یہ کہہ دیا۔ جب کبھی مخلوق کچھ کہہ دے تو گھبرانا نہیں چاہیے، اوّل تو عافیت مانگنی چاہیے لیکن اگر کبھی کوئی تمہیں گالیاں بھی دے دے تو سمجھ لو کہ طائف کی سنت ادا ہو رہی ہے۔ طائف میں حضور ﷺ کو کیا ملا تھا؟ وہاں یہی چیزیں تو ملی تھیں۔

مجھے ایک شخص نے بہت ستایا، یہاں کی بات نہیں ہے بہت پرانی بات ہے۔ تو میں نے مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کو لکھا کہ ایک دشمن ہے جو مجھے بہت گالیاں دیتا ہے۔ تو حضرت نے لکھا، مبارک ہو، غیر اختیاری

طور پر طائف کی سنت ادا ہورہی ہے۔ بس اس جملہ سے سارا غم ختم ہوگیا، ساری پریشانی ختم ہوگئی کہ غیر اختیاری طور پر طائف کی سنت ادا ہورہی ہے، کیونکہ آدمی اپنے اختیار سے کسی سے درخواست نہیں کرتا کہ ذرا ہمیں کچھ گالیاں دے دو تاکہ طائف کی سنت ادا ہوجائے۔ تو یہ غیر اختیاری ہوگئی، بلا کو مانگنا نہیں چاہیے لیکن اگر آجائے تو گھبرانا بھی نہیں چاہیے۔ مجھے جو شخص ستاتا تھا پھر اللہ نے اس کو تائب کردیا، اس نے مجھ سے معافی مانگ لی، اب دعاؤں کی درخواست کرتا رہتا ہے، تو حالات بدل جاتے ہیں، بس ذرا صبر سے کام لیجئے۔

عصمت، انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے

عصمت امت کے لئے ناممکن ہے، سوائے نبیوں کے اور کوئی معصوم نہیں ہوسکتا، سوائے پیغمبروں کے اور کوئی شخص بے خطا نہیں ہوسکتا، معصوم ہونا یہ نبیوں کے لئے خاص ہے، امتی اگر چاہے کہ مجھ سے ساری زندگی خطا نہ ہو تو یہ ناممکن ہے، اس کی دلیل مشکوٰۃ کی روایت ہے جس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

((كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّآءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّآئِيْنَ التَّوَّابُوْنَ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الدعوات، ص ۲۰۴)

اے میری امت کے لوگو! کُلُّ تاکید ہے یعنی تمہارا کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جو خطا کار نہ ہو، تم میں سے ہر ایک خطا کار ہے۔

حبیب اللہ! تم آنکھیں کیوں بند کرتے ہو بھئی، کہہ دیا کہ آنکھ مت بند کرو ورنہ پھر نیند میں دُھت جاؤ گے، دُھتنا کے معنی ہیں داخل ہونا، کبھی کبھی بنگلہ زبان بول دیتا ہوں، وہاں ہمارا ان لوگوں سے پالا پڑتا رہتا ہے کیونکہ وہاں آنا جانا رہتا ہے۔ وہاں دریا پار کرنے کے لئے فیری ہوتی ہے، ایک فوجی وہاں

ڈیوٹی دے رہا تھا۔ جب اس فوجی کو معلوم ہوا کہ انڈیا کے ایک حضور آئے ہوئے ہیں، بنگلہ دیش میں بزرگ کو حضور بولتے ہیں، تو اس نے فوراً میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے بنگلہ زبان میں کہا کہ ہمارے لئے دعا کرو، اب حضرت تو بنگلہ جانتے ہی نہیں، میں پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا کہ حضرت! یہ آپ سے دعا کروانا چاہتا ہے، میں آپ کی طرف سے جواب دیتا ہوں، میں نے کہا ''انڈین جحور کھتا بولِن، ہمی دعا کرتی سی ہم دعا کری بَو، ان شاء اللہ تعالیٰ کونو چِنتا گو ربِنّا'' یعنی میں دعا کرتا ہوں، آئندہ بھی کروں گا، کوئی فکر مت کرو۔ تو وہ خوش ہوگیا۔ حضرت نے مجھ سے کہا کہ بھئی! تم نے یہ زبان کہاں سے سیکھ لی، اور فرمایا کہ مجھے بھی لکھ کر دے دو، میں بھی یاد کرلوں گا۔ اس لئے کہ جس ملک میں انسان دین کا کام کرے وہاں کی کچھ زبان تالیف قلب کے لئے سیکھ لینا چاہیے، یہ بہت ضروری ہے۔

بہترین خطا کار

تو یہ عرض کررہا تھا کہ پوری امت میں کوئی شخص ایسا نہیں جس سے کبھی کوئی خطا نہ ہو۔ تم سب کے سب کثیر الخطا ہو، یہاں اسمِ مبالغہ استعمال کیا گیا، تم خاطی نہیں ہو، خطّاء ہو یعنی جو فعل بہت زیادہ صادر ہوتا ہے، تم سب کے سب کثیر الخطاء ہو۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں خَطَّاءٌ کا ترجمہ کثیر الخطا کیا ہے، لیکن بہترین خطا کار کون ہیں؟ سبحان اللہ! یعنی خطا کار بھی ہیں اور بہترین بھی، خیر بھی لگ گیا، بتایئے! خطا شر ہے یا نہیں؟ لیکن واہ! شریعت کی کیا شفقت ہے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پیار ہے کہ خطا کاروں کو خیر بنا رہے ہیں، شر کو خیر بنا رہے ہیں۔ دنیا میں بھی ایسے کیمیکل ہوتے ہیں جو پانی وغیرہ میں ڈالے جائیں تو پانی کے مضر جراثیم اور نمکیات وغیرہ کو ختم کر کے

ایسا کر دیتے ہیں کہ پھر وہی پانی مہنگے داموں فروخت ہوتا ہے، اسے مِنرل پانی کہتے ہیں، وہی پانی اب مضرِ صحت نہیں رہا بلکہ جن کی صحت اچھی نہیں ہوتی انہیں ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ اِسے مِنرل پانی پلاؤ۔

چالیس ابدال

ماہیت بدلنے پر ایک واقعہ سن لیجیے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے لکھا کہ ہمارے علاقے میں ایک شخص ہے جو کہتا ہے کہ میں ابدال ہو گیا ہوں حالانکہ جو اصلی ابدال ہوتا ہے وہ اپنے کو جتاتا نہیں ہے، یہ ظاہر کرنے والا اور اکڑنے والا ابدال ہو ہی نہیں سکتا، یہ نقلی تھا۔ حضرت نے لکھا کہ ہاں پہلے گوشت تھا اب دال ہو گیا ہے یعنی تکبر کی نحوست سے اب دال ہو گیا یعنی اس کا درجہ گر گیا۔

ابدال کون ہوتے ہیں؟

((وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ.... قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْاَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا))

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۷۰)(قال العلامة السخاوی حدیثٌ صحیحٌ)

(خیر الفتاوٰی: ج ۱ ص ۲۹۶)

چالیس ابدال ملک شام میں رہتے ہیں، جو ایک قدم وہاں رکھیں تو دوسرا قدم کراچی میں رکھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ایسی قدرت دیتے ہیں۔ ؎

پرِّ ابدالاں چوں پرِّ جبرئیل

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابدال مثل حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اڑتے ہیں، ان پر روحانیت اتنی زیادہ غالب ہو جاتی ہے۔ مجھے اس پر ایک قصہ یاد آ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کے پیارے رسول! مجھ کو بھی جبرئیل علیہ السلام دکھائیں، آپ روزانہ اکیلے اکیلے ملاقات کا لطف لیتے ہیں، فرشتوں کی ملاقات کا مزہ اکیلے

لیتے ہیں تو اپنے چچا کو بھی تو کبھی جبرئیل علیہ السلام دکھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے چچا! آپ انہیں نہیں دیکھ سکتے، انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں دیکھ سکتا، آپ دکھائیں تو سہی، پہلے ہی سے کہہ رہے ہیں کہ نہیں دیکھ سکتے۔

یہ چچا اور بھتیجے کی صرف چار سال کی چھوٹائی بڑائی تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ سے صرف چار سال بڑے تھے اور آپ کے دوسرے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ سے صرف دو سال بڑے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جب آپ کی ضد ہے تو مجھے جبرئیل سے مشورہ کر کے وقت مقرر کر لینے دیں چنانچہ آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ ہمارے چچا آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''خصائصِ کبریٰ'' میں لکھتے ہیں کہ:

((فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلٰى خَشَبَةٍ كَانَتْ فِي الْكَعْبَةِ يُلْقِي الْمُشْرِكُوْنَ عَلَيْهَا ثِيَابَهُمْ اِذَا طَافُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِرْفَعْ طَرْفَكَ فَانْظُرْ فَرَفَعَ طَرْفَهٗ فَرَاٰى قَدَمَيْهِ مِثْلَ الزَّبَرْجَدِ الْاَخْضَرِ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ))

(الخصائص الکبرٰی: (دار التوفیقیۃ للتراث)، ج۱ ص ۲۲۳)

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں فلاں وقت حطیم پر آؤں گا، آپ اپنے چچا سے فرما دیجیے کہ یہ ملاقات کی جگہ ہے، اس وقت حطیم ایسا شاندار نہیں تھا جیسا کہ آج کل ہے بلکہ لکڑی کا تھا جس پر حاجی لوگ کپڑے اتار کر احرام باندھا کرتے تھے اور اپنے کپڑے وہاں ٹانگ دیا کرتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے کہ آج ہم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت کریں گے، اب وہ بڑے شوق سے وہاں بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے ہیں، اتنے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے چچا! جبرئیل آ رہے ہیں، دیکھ لو۔ روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پیر تو حطیم پر تھے اور سر آسمان پر تھا اور پاؤں کا رنگ زمرد کا تھا یعنی ہرا سا، بالکل ہرا نہیں تھا بلکہ ہلکا ہرا تھا، بس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

انہیں دیکھتے ہی بے ہوش ہوگئے، خوف طاری ہوگیا۔

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے

نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

بے ہوش ہوگئے کیونکہ سوائے نبی کے کوئی شخص فرشتے کو نہیں دیکھ سکتا، اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو وہ بینائی، وہ قلب کی روحانیت عطا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔تو جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو نادم ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! واقعی ہم لوگ جبرئیل کو نہیں دیکھ سکتے۔

بارگاہِ رسالت کا درسِ فنا وبقا......ایک علمِ عظیم

یہ حضرات باوجود چچا ہونے کے اللہ کے رسول کو بھتیجا نہیں کہتے تھے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کہتے تھے مگر بھتیجا انہیں کیا کہتا تھا؟ یَا حَمْزَۃُ یَا عَبَّاسُ۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ:

((یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللهِ، سَلِ اللهَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ابواب الدعوات؛ ج ۲ ص ۱۹۱)

اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو نام لے کر خطاب فرمایا ہے، پیغمبروں کے لئے یہ جائز ہے چاہے دادا نانا بھی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو رتبہ دیا ہے اگر ان کے دادا نانا بھی اپنے پوتے یعنی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں گے تو جہنم میں چلے جائیں گے۔اس لئے ایک مرتبہ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللهِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا مجھے ایسی دعا سکھا دیجئے کہ میں مانگا کروں، آپ نے فرمایا سَلِ اللهَ الْعَافِیَةَ عافیت مانگا کرو، فَمَکَثْتُ اَیَّامًا پھر کچھ دن ٹھہرے رہے، اس کے بعد دوسرا سبق لینے گئے یَا رَسُوْلَ اللهِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا أَسْأَلُهُ اللهَ ہمیں سکھایئے کہ کوئی دعا کرلیا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَا عَبَّاسُ اے عباس! خالی نام لیا، کوئی لقب نہیں لگایا، سبحان اللہ! چچا کا نفس مٹ گیا کہ واقعی

یہ اللہ کے رسول ہیں، ہمارا نام لے سکتے ہیں، ان کے قدموں کی خاک سے چچا، نانا، دادا بخشے جائیں گے، لیکن پھر فوراً ہی آپ ﷺ نے دلجوئی بھی کردی۔ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ اے رسول اللہ کے چچا! یہ ہے فنا اور بقا کا سبق۔ پہلے فنا ہو جاؤ پھر اللہ بقا عطا کردے گا۔

تو آپ نے فرمایا کہ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ اے رسول اللہ کے چچا! آپ یہ دعا مانگئے سَلِ اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ دنیا و آخرت میں عافیت مانگئے، دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں ہے:

((فَإِنَّ أَحَدًا لَّمْ یُعْطَ بَعْدَ الْیَقِیْنِ خَیْرًا مِّنَ الْعَافِیَۃَ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید) ؛ ابواب الدعوات ؛ ج ۲ ص ۱۹۶)

یقین کی دولت کے بعد، ایمان کی دولت کے بعد دنیا میں عافیت سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عافیت میں انسان کا دین بھی خیر سے رہتا ہے اور دنیا بھی خیر سے رہتی ہے۔ یہ ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ محدثین لکھتے ہیں کہ فلاح اور عافیت کے مقابلہ میں عربوں کے پاس کوئی جامع لغت نہیں ہے۔ محدثین نے تین الفاظ کے بارے میں لکھا ہے کہ عربوں کی لغت میں ان تین لفظوں کے مقابلہ میں کوئی جامع لفظ نہیں تھا، وہ تین الفاظ فلاح، عافیت اور نصیحت ہیں، حدیث پاک ہے:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ))

(صحیح مسلم: (قدیمی) ؛ کتاب الایمان ؛ ج ۱ ص ۵۴)

دین نصیحت کا نام ہے کہ انسان ساری مخلوق کا بھی خواہ ہو جائے، طوطا، چیونٹی، مچھلی، پرندہ کسی کو بھی نہ ستائے، سارے عالم کا خیر خواہ ہو جائے، ساری مخلوق کا جو بھی خیر خواہ ہے وہ اس نعمت سے مشرف ہے اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ یعنی دین نام ہے خیر خواہی کا۔ نصیحت کے معنی یہ ہیں کہ تمام مخلوق کے ساتھ خیر خواہ ہو

اور کافروں کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے ایمان کے لئے دعا کرو کہ اے اللہ! ان کو ایمان کی دولت دے دیجئے، ساری دنیا کے کافروں کو مسلمان بنا دیجئے۔ یہ تو کافروں سے خیر خواہی ہوگئی، اور ظالموں کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے لیے یہ دعا کرے کہ اے اللہ! اس کے ظلم سے نجات دے دیجئے اور اسے ظلم سے توبہ کرنے کی توفیق دے دیجئے۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ کی تفسیر

اسی طرح محدثین فلاح کی شرح میں لکھتے ہیں کہ فلاح کے کیا معنی ہیں؟ دنیا و آخرت میں کامیابی۔ کیا ایسا شخص دونوں جہان میں کامیاب ہے جو پردیس میں تو قالین پر رہتا ہے اور وطنِ آخرت میں اس کو ڈنڈے پڑنے لگیں؟ پردیس میں ملے انڈا اور وطن میں ملے ڈنڈا، یہ کوئی کامیابی نہیں ہے، کامیابی یہ ہے کہ پردیس میں بھی انڈے کھاؤ اور وطن میں بھی انڈے کھاؤ۔ مطلب یہ کہ یہاں پردیس میں اللہ تعالیٰ کو راضی رکھتے ہوئے رہو، ان شاء اللہ پھر وہاں بھی مزے سے رہو گے:

﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾

(سورۃ البقرۃ، آیۃ:۱۸۹)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر جلالین میں دو الفاظ سے تُفْلِحُوْنَ کی تفسیر کرتے ہیں اَیْ تَفُوْزُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فلاح کے معنی ہیں کہ انسان دنیا میں بھی کامیاب ہو اور آخرت میں بھی کامیاب ہو۔

عافیت کے معنی

تو عافیت کے مقابلہ میں ایمان کے بعد کوئی نعمت نہیں ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ مبارک ہیں۔ لہٰذا دوستو! جس دعا کی تعریف خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمائی ہو کہ مؤمن کے لئے دنیا میں عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے، بَعْدَ الْیَقِیْنِ ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ اور عافیت کیا چیز ہے؟

((اَلسَّلَامَۃُ فِی الدِّیْنِ مِنَ الْفِتْنَۃِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب جامع الدعاء، ج ۵ ص ۳۹۶)

کہ ہمارا دین ہر قسم کی نافرمانی سے سلامت ہو، ہمارا ہر عمل سر سے پیر تک سنت کے مطابق ہو، ہر وقت یہی غم لگا ہوا ہو کہ کہیں میرا مالک مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، ہر وقت نفس سے لڑائی، ہر وقت نفس سے جنگ ہوتی ہو۔

ہر انسان کا پرچہ الگ ہے، کسی کو نفس مال کے لالچ میں پریشان کر رہا ہے، نہ نماز نہ روزہ، بس ہر وقت مال ہی کی فکر لگی ہوئی ہے، کسی کو نفس جاہ اور نام کے لئے ہر وقت پریشان کر رہا ہے، کسی کو نفس حسینوں سے ملاقات کے لیے ہر وقت پریشان کر رہا ہے۔ تو ہر ایک کے پرچے الگ الگ ہیں، ہر ایک کا امتحان الگ ہے۔

ہے شوق و ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کئے ہوئے

یعنی دل تو ہر وقت ہم کو پریشان کرتا ہے کہ یہ کام کرلو، وہ کام کرلو، یہ مزہ اڑالو اور ہم دل کو پریشان رکھتے ہیں، اللہ کے راستہ میں دونوں طرف سے پریشانیاں ہیں، یہ جہادِ اکبر کہلاتا ہے، خدا کے راستہ میں نفس کے خلاف جہاد جہادِ اکبر ہے۔

تو عافیت کے معنی ہیں کہ دین سلامت ہو تمام فتنوں سے

((وَالسَّلَامَۃُ فِی الْبَدَنِ مِنْ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ وَالْمِحْنَۃِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ) باب جامع الدعاء، ج ۵ ص ۳۹۶)

اور بدن سلامت ہو ہر بری بیماری سے۔

بخار کو گالی مت دو

یہاں بری بیماری سے پناہ مانگی ہے، یہ نہیں کہ آپ کو کبھی زکام بھی نہ ہو، نزلہ، زکام، بخار ہوجانا یہ بری بیماری نہیں ہے، یہ نجات کا ذریعہ ہیں، آپ ﷺ نے ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ))

(صحیح مسلم: (قدیمی) کتاب البر و الصلة و الآداب؛ ج ۲ ص ۳۱۹)

بخار کو گالیاں مت دو، زمانۂ جاہلیت میں عرب بخار کو گالیاں دیتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو گالی مت دو، اس سے تمہاری خطائیں معاف ہوتی ہیں۔ تو بری بیماری کیا ہے؟ گردے میں پتھری، بلڈ کینسر، پھیپھڑے میں ٹی بی، ہاتھ پیر سڑ جائیں، کوڑھ ہوجائے، چیچک، طاعون وغیرہ بری بیماریاں ہیں، اب تو یہ امراض بہت کم ہورہے ہیں۔ بہرحال خطرناک بیماریوں سے پناہ آئی ہے، اللہ ہم سب کو پناہ میں رکھے۔

ایک مرتبہ میرا ہاتھ زیادہ اوپر نہیں ہوتا تھا، تو میں نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا کہ کیا کروں؟ انہوں نے کہا ہڈی کے درمیان کوئی چیز جم گئی ہے، آپ کو بے ہوش کرکے کوئی زور سے اوپر کو کھینچے گا تو آپ بالکل ٹھیک ہوجائیں گے۔ مجھے تو بہت ڈر معلوم ہوا، مجھے بے ہوشی سے بہت ڈر لگتا ہے کہ پتا نہیں پھر ہوش آئے یا نہ آئے۔ پھر پتا نہیں کہ اس کے بعد وہ کیسے زور سے کھینچے گا، بس میں نے اللہ تعالیٰ سے رونا شروع کیا کہ یا اللہ! یہ سب مجھے بے ہوش کرنا چاہتے ہیں، آپ مجھے بے ہوشی سے بچا لیجئے، اللہ تعالیٰ نے بغیر بے ہوش کیے اس کو خود ہی ٹھیک کردیا، اللہ سے روکر تو دیکھو، وہ کیا نہیں سنتا۔

گڑگڑا کر دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ میری کوئی دعا اللہ نے قبول نہ کی ہو اور اگر کوئی قبول نہیں ہوئی تو میرے مانگنے میں کمی تھی یعنی الحاح اور گڑگڑانے میں کہیں کمی ہوتی ہے۔ دیکھو بچہ بلبلا کے مانگتا ہے، رو کر مانگتا ہے تو ماں باپ جلدی دے دیتے ہیں اور اگر ایسے ہی کہتا ہے کہ مانگا پھر بھاگ گیا، گلی ڈنڈا کھیلنے لگا، پتنگ اڑانے لگا، پہلے باپ سے مانگا کہ ابّا پیسہ دے دیجئے آج فلاں چیز خریدنی ہے، اس کے بعد جا کر سگریٹ پینے لگا، پتنگ اڑانے لگا تو باپ بھی کہتا ہے کہ کیسا نالائق ہے اور جو اَڑ کے مانگتا ہے، ابّا کا پیر پکڑ لیتا ہے کہ ہم آپ سے بغیر لئے نہیں جائیں گے تو:

((إِنَّ اللّٰهَ لَيُحِبُّ الْمُلِحِّيْنَ فِي الدُّعَآءِ))

(شعب الایمان للبیہقی: باب الرجاء من اللہ تعالیٰ؛ ج ۲ ص ۳۶۴)

اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کو محبوب رکھتے ہیں جو دعا میں اَڑ کے مانگتے ہیں، گڑگڑا کے لپٹے ہوئے بار بار مانگتے ہیں۔ ایک دعا کو کم سے کم تین مرتبہ مانگنا سنت ہے، جیسے آپ کو کوئی تکلیف ہے تو آپ کم از کم تین دفعہ مانگو کہ یا اللہ! میری تکلیف دور کر دیجئے، یا اللہ! میری یہ تکلیف دور کر دیجئے، یا اللہ! میری یہ تکلیف دور کر دیجئے، کم از کم تین مرتبہ ربّا کا نام تو منہ سے نکلا، ارے یہ حاجتیں بڑی نعمت ہیں کہ اسی بہانے سے ہم ان کو یاد کرتے ہیں۔

تمام مشکلات کا حل استغفار اور دعا کرنا ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ آج کل ہمارے جو ملکی حالات ہیں کہ ہر شخص انتظار میں ہے کہ نہ جانے کیا ہو جائے گا، ہر شخص کان لگائے ہوئے ہے کہ ملک میں کیا اعلان ہوتا ہے لہٰذا آج کل استغفار کی کثرت کی جائے کیونکہ ہمارے لئے مشکل کا حل صرف

اللہ سے مغفرت مانگنا ہے، چھوٹا بچہ ابّا سے مانگتا رہے بندہ ربّا سے گڑگڑاتا رہے، دعا میں وہ اثر ہے کہ جہاں اسباب ناکام ہوجاتے ہیں وہاں دعا کام کرجاتی ہے۔

مؤذن صاحب سے کہتا ہوں کہ آپ نے آنکھ بند کرکے نیچے سر جھکالیا، دیکھو! تمہاری آنکھیں بھی لال ہورہی ہیں، نیند کا اثر معلوم ہوتا ہے، جیسے ہی سر جھکایا بس وہ گیا، جس نے سر جھکایا اور آنکھ بند کی وہ غائب ہوگیا، جسم یہاں مسجد میں ہے اور دل کہیں اور ہے، اگر میں پانچ منٹ کے بعد سو سو کے نوٹ دینے لگوں، یہ اعلان کردوں کہ آج یہاں جو بیٹھے گا اسے ہر پانچ منٹ کے بعد سو کا نوٹ ہدیہ پیش کروں گا، بولو! پھر کسی کو نیند آئے گی؟

ارے دوستو! اللہ تعالیٰ ہمارے نوٹوں سے بہت اعلیٰ ہیں، ذرا اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ کا نام لینا تو سیکھو۔ یہاں کسی دن ایک شیشی تیز والے سرمہ کی رکھو، میں ذرا ان دوستوں کو دکھاؤں کہ اس سرمہ کی ایک سلائی لگانے کے بعد نیند نہیں آسکتی، دو تین گھنٹے کے لئے نیند بھاگ جاتی ہے اور وعظ بھی دو تین گھنٹہ ہی کا ہوتا ہے، مگر یہ سرمہ مفید بھی بہت غضب کا ہے، میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کے لئے بنوایا تھا، جن سے میرے شیخ نے دس سال لاٹھی چلانا سیکھی تھی، جتنے عرصہ آپ درسِ نظامیہ پڑھتے ہیں اتنے عرصہ یعنی دس برس حضرت نے اللہ کی راہ میں جان دینے کے لئے، جہاد کرنے کے لیے لاٹھی اور تلوار چلانا سیکھی تھی، آخر عمر میں جب حضرت بوڑھے ہوگئے تھے اور انہیں سہارا دے کر اٹھانا پڑتا تھا اس حالت میں بھی حضرت نے ایک فوجی افسر میجر طور سے فرمایا کہ دیکھو بھئی جب کافروں سے جنگ ہو تو مجھے بارڈر پر لے چلنا اور توپ کی مشین میرے ہاتھ میں پکڑا دینا اور مجھے چارپائی پر لٹا دینا کیونکہ میں تو کھڑا ہونے کے بھی قابل نہیں ہوں، بس میں لیٹا ہوا توپ چلاتا رہوں گا، کچھ

گولے اُدھر ماروں گا، کوئی گولا اُدھر سے آئے گا اور میں شہید ہو جاؤں گا، لوگ ہنس پڑے مگر فوجی افسر رونے لگا کہ ہائے! حضرت بوڑھے ہیں انہیں اٹھانا بھی مشکل ہے لیکن اللہ کے راستہ میں جان دینے کا ایسا جذبہ ہے۔

تو آج کل کے حالات میں استغفار کی کثرت کی جائے، ان شاء اللہ اس کی برکت سے تین نعمتیں ملیں گی، آج میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ کثرت سے استغفار کریں کہ یا اللہ مجھے معاف کردے:

﴿وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝﴾

(سورۃ المؤمنون، آیۃ:۱۱۸)

تو اس سے تین فائدے ملیں گے۔

استغفار کے تین فائدے

حدیث پاک ہے:

((مَنْ لَّزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَّخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجه))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی) کتاب الدعوات، ص ۲۰۴)

یعنی جو استغفار کی کثرت کرے گا اسے یہ تین نعمتیں ملیں گی:

نمبر(۱) جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَّخْرَجًا اللہ تعالیٰ اس کو ہر پریشانی سے نکال دیں گے، جس مصیبت میں بھی ہوگا اس سے نجات مل جائے گی، ضیق کے معنی ہیں گھٹن، تنگی، پریشانی۔ اور مخرج کہتے ہیں نکلنے کے راستہ کو، انگریزی میں اسے ایگزٹ کہتے ہیں، عرب میں ایئرپورٹوں پر عربی میں مخرج اور انگریزی میں Exit لکھا ہوتا ہے۔

نمبر(۲) وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا اور وہ غم جو اس کو گھلا رہا ہوتا ہے اس سے بھی کشادگی عطا ہوگی، راستہ پیدا کر دیا جائے گا۔

نمبر(۳) وَرَزَقَهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیا جائے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔

سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے عبادت کررہے تھے۔

((وَحُكِيَ اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ اَدْهَمٍ قُدِّسَ سِرُّهٗ لَمَّا قَصَدَ هٰذَا الطَّرِيْقَ...بِحَيْثُ اَشَارَ اِلٰى رَجُلٍ سَقَطَ مِنَ الْقَنْطَرَةِ فِي الْمَاءِ الْكَثِيْرِ هُنَالِكَ فَوَقَفَ الرَّجُلُ مَكَانَهٗ فِي الْهَوَاءِ فَتَخَلَّصَ))

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۴۶۲ (تحت سورۃ الاحقاف آیات ۱ تا ۵)

دریا میں سخت طغیانی تھی، لبالب بھرا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص پل پر سے جھک کر نظارہ کر رہا تھا کہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور دریا میں گرنے لگا۔ بس اسی لمحے حضرت کی نظر اس پر پڑ گئی اور بے اختیار آپ کے منہ سے نکلا کہ یا اللہ! بچا لیجئے۔ یہ دعا زبان سے نکلی تھی کہ وہ شخص دریا اور پل کے درمیان معلق ہوگیا، پھر لوگوں نے رسّہ وغیرہ ڈال کر اوپر اٹھا لیا۔ دیکھو! یہ ہوتی ہے اللہ والوں کی شان۔ دوستو! سلطنت فدا کی تھی، معمولی بات نہیں ہے۔ جہاں اسباب ناکام ہوجاتے ہیں وہاں دعا کام کرجاتی ہے۔

((لَقَدْ قَالَ الْقُطْبُ الرَّبَّانِيُّ الشَّيْخُ السَّيِّدُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيُّ: اَلْاِسْمُ الْاَعْظَمُ هُوَ اللّٰهُ بِشَرْطِ اَنْ تَقُوْلَ اللّٰهَ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ سِوَى اللّٰهِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، ج ۴ ص ۱۷۰)

یعنی فرمایا قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے کہ اسمِ اعظم اللہ ہی ہے بشرطیکہ تو اللہ اس طرح کہے کہ قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔

☆--☆--☆

☆--☆

مرشدنا و مولانا صدیق زمانہ جاں نثارِ شیخ،

قرۃ اعیننا، سکینۃ صدورنا، امام السالکین عارف العارفین

حضرت اقدس شاہ سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے مختصر

حالاتِ زندگی اور سانحۂ وفات

مؤلف

مولانا سہیل احمد مدظلہ

خادمِ خاص حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا شیخ العرب والعجم مجدد زمانہ عارف باللہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ

بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

شادی

سُنّت کے مُطابق کیجیے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

اِدارہ تالیفاتِ اختریہ

بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

ترکِ دُنیا کر، نہ ہر لذّت کو چھوڑ
معصیّت کو ترک کر غفلت کو چھوڑ
نفس و شیطان لاکھ درپے ہوں مگر
تُو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ

(حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

تصوف کا حاصل اپنے نفس کو مٹانا ہے

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا کہ حضرت! تصوف کا حاصل کیا ہے؟ تصوف میں کیا ہوتا ہے؟ تصوف کا مقصد کیا ہے؟ فرمایا تصوف کا حاصل صرف نفس کو مٹا دینا ہے۔ اور خود اپنے سے نفس نہیں مٹتا اس کے لئے بزرگوں کی جوتیاں اٹھانی پڑتی ہیں، اللہ کے عشق کے راستہ میں نفس کو ذلیل کرنا پڑتا ہے؎

نہ سازد عشق را کُنجِ سلامت
خوشا رسوائیِ کوئے ملامت

اپنے عشق کو اللہ نے سلامتی کا گوشہ نہیں بنایا، اس میں نفس کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں محبوب کے کوچہ کی رسوائی بھی کیا مبارک ذلت ہے۔ مبارک ہے وہ ذلت جو اللہ کے راستہ میں اصلاحِ نفس کے لئے پیش آئے۔ خواجہ صاحب اسی کو فرماتے ہیں؎

نہ لو نامِ الفت جو خودداریاں ہیں
بڑی ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

از مواعظ اختر نمبر ۱۲ (امراضِ روحانی کے معالجات)